تفسیر احمد

سُورَةُ المَسَد

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «المسد» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ مسد (اللہب)

جزء (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی پانچ(۵) آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام"مسد" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے آخر میں فرمایا: "فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ؒ"نیز بعض مصاحف اور تفاسیر کی روایات کے مطابق اس سورت کا نام اس کے پہلے لفظ "تبت" بمعنی "نقصان دہ ہونا" سے لیا گیا ہے،کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے شروع میں فرماتا ہے: "تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ۝۱" بعض مصاحف میں اس سورت کو "ابو لہب" کے نام پر یا "اللہب" کہا گیا ہے۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر ابو حیان اندلسی نے جو ساتویں صدی کے مفسرین میں سے ہیں اس سورت کا نام "سورۃ اللہب" بتایا ہے،اس کے علاوہ کسی اور نے یہ نام نہیں بتا یا ہے،(ملاحظہ فرمائیں: رسالۃ التحریر و التنویر)ابن عاشور محمد طاہر ۱۹۰۶ عربی میں مخطوطہ)

سورہ مسد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ مسد مکی ہے،اس کا ایک(۱)رکوع،پانچ(۵) آیتیں، چوبیس (۲۴)الفاظ، اکیاسی(۸۱)حروف، اور چونتیس(۳۴) نقطے ہیں۔

(واضح ر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کےلیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ مسد کا سورۃ النصر سے ربطہ و مناسبت

اس سورت کا پچھلی سورہ "النصر" سے تعلق اور مناسبت یہ ہے کہ ہجرت،نصرت اور فتح اور اللہ کے دین میں لوگوں کے داخل ہونے کے بعد کفار کا سر جھک جانا چاہیے(یا ان کے سرداروں کا قلع قمع ہونا چاہیے)یہی وجہ ہے کہ اس سورت کا اس سے پہلی والی سورت سے گہرا تعلق ہے جو کہ سورہ نصر ہے، اللہ تعالٰی کے اپنے بندوں کے لیے فتوحات کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ اس دور کے سخت ترین دشمن ابو لہب کو تباہ کردیا، ہر دور میں اس دشمن کا صرف نام اور اس کے وسائل بدل جاتے ہیں،لیکن خدا کے دین سے دشمنی اور لوگوں کے دین میں داخل ہونے پر سختی کرنا ایسی صفت ہے جو کہ تبدیل نہیں ہوتی ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ مسد کا موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ہے، جو اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے ، اورسزا اور ان کو شدید سرزنش، اور ان کی تباہی کے بارے میں اطلاع ہے،کیونکہ ابولہب ہی وہ تھا جس نے اپنے تمام کام ترک کردیے تھے، اور صرف یہی ذمہ داری لی تھی کہ: رسول اللہﷺ کی دعوتی کام میں خلل ڈالے، اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو ایمان لانے سے روکے، چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالٰی اس کے لیے آخرت میں ایک جلتی ہوئی آگ کی وعید سناتا ہے، جس میں وہ جلے گا، اور یہ عذاب اس کے بیوی کے لیے بھی ہے،کیونکہ وہ بھی اس دشمنی اور اذیت و تکلیف پہنچانے میں شریک تھی۔

سورہ مسد میں اہم ترین پیغام

اس سورت کا سب سے اہم پیغام اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ دولت، مقام اور انبیاء کے ساتھ خاندانی تعلق خدا کے غضب کو روک نہیں سکتا، ابو لہب کی طرح،جیسا کہ وہ قریش کےسرداروں میں سے تھا، رسول اللہ ﷺ کا چچا اور مال و دولت کا مالک تھا، لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اس کے کام نہ آئی، اور نہ اس کے لیے خدا کے حضور کوئی قرب حاصل کیا، خدا کا وعدہ یہ ہے کہ: "خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔

سورہ مسد سے واقفیت

یہ سورت، جو تقریبا نبی کریمﷺ کی کھلی دعوت کے آغاز میں نازل ہوئی تھی، وہ واحد سورت ہے جس میں کسی ایک شخص کا نام لے کر سخت حملہ کیا گیا ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام کا دشمن اس زمانہ میں ابولہب تھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے:ابولہب کی رسول اللہﷺ سے خاص دشمنی تھی، وہ اور اس کی بیوی اسلام کی راہ میں کسی قسم کے خلل اور بدزبانی کرنے سے دریغ کرتے تھے، قرآن عظیم صراحت سے کہتا ہے: دونوں جہنمی ہیں، اور یہ معنی درست ثابت ہوا،بالآخر دونوں دنیا سے بغیر ایمان کے گئے ، یہ قرآن کی واضح پیشین گوئی ہے۔

سورہ مسد کی فضیلت

سورہ مسد کی فضیلت کے بارے میں،نبی کریمﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو اور ابولہب کو ایک جگہ جمع نہیں کرے گا"،یعنی: وہ جنتی ہوگا، جبکہ ابو لہب جہنمی ہے، یہ کہے بغیر معلوم ہے کہ یہ فضیلت اس کی ہے جو اس سورت کو پڑھ کر اپنی راہیں ابو لہب کی راہوں سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

الگ کرے ، ان کی طرح نہیں کہ جو زبان سے تو پڑھتے ہیں،لیکن ابو لہب جیسا عمل کرتے ہیں۔

سورہ مسد کا شان نزول

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت : "وانذرعشيرتك الاقربين"نازل ہوئی، اور رسول اللہﷺ کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور اہل و عیال کو تنبیہ کریں اور انہیں دعوت دیں اسلام کی طرف (اپنی دعوت کا اعلان کریں)۔

رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور کہا کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہے جو اچانک حملہ آور ہوگا، سب باخبر ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہوجاؤ) مکہ کے لوگوں نے جب یہ آواز سنی تو کہنے لگے:کون پکار رہا ہے؟ کہا گیا: "محمد"ہے بہت سے لوگ آنحضرت کے ارد گرد جمع ہوگئے، تو آپؐ فرمایا:مجھے بتاؤ اگرمیں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آنے والا ہے جو تم پر حملہ کرے گا، تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا،آپﷺ نے فرمایا:"انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید" ترجمہ":میں سخت عذاب سے،جو تمہارے سامنے آرہا ہے،تمہیں ڈراتا ہوں" (تمہیں توحید کی طرف اور بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہوں) ابو لہب نے جب یہ تقریر سنی تو کہا: تم ہلاک ہوجاؤ تم نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اسی وقت یہ سورت نازل ہوئی: "تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ‏" یعنی:ابو لہب کے دونوں ہاتھ برباد ہوں،(اس سے مراد ابو لہب خود ہے)۔

صحیح بخاری اور مسلم میں سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا : "صَعِدَ النَّبِي صلى الله عليه و سلم الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: يا صَبَاحَاهْ. فَاجْتَمَعَتْ إِلَيهِ قُرَيْشٌ، قَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: أَرَأَيتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يصَبِّحُكُمْ أَوْ يمَسِّيكُمْ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَينَ يدَى عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ! أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ"۔

یہاں بعضوں نے مزید اضافہ کیا ہے کہ: جب ابو لہب کی بیوی (ام جمیل) کو یہ خبر ہوئی کہ یہ سورت اس کے اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو وہ نبی کریمﷺ کو تلاش کرتے ہوئے آئی، اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور کہنے لگی:میں نے سنا ہے کہ محمدﷺ نے میرا مذاق اڑایا ہے، خدا کی قسم !اگر وہ مجھے ملے تو میں اس کے منہ پر پتھر ماروں

(c) ketabton.com: The Digital Library

گی،میں خود بھی شاعرہ ہوں، پھر اس نے کچھ اشعار لکھے، جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی مذمت کی گئی۔
ابو لہب اور اس کی بیوی کا اسلام کے لیے خطرہ صرف یہیں تک محدود نہیں تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کھلم کھلا ان کی مذمت کرتا ہے تو اس کے اور بھی اسباب ہیں جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

ضروری وضاحت

ابو لہب کا نام "عبدالعزی" تھا، وہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا، چہرے کا رنگ لال سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کے نام سے شہرت پائی، قرآن کریم نے اس کا نام مشرکانہ ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، ابو لہب کی کنیت کی مناسبت جہنم کی لہب سے تھی، ابو لہب اسلام اور رسول اللہﷺ کے سخت اور شدید ترین دشمنوں میں سے تھا، کہ نبی کریمﷺ کو تکلیف اور اذیتیں پہنچاتا تھا، جب بھی نبی کریمﷺ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو ابو لہب آپﷺ کی تکذیب کرتا تھا۔(ابن کثیر)
اسی طرح مؤرخین ابو لہب کے بارے میں لکھتے ہیں: ابو لہب اس شخص کی کنیت ہے جس کا نام"عبدالعزی" ہے، "عبدالعزی" یعنی:عزی کا بندہ، عزی قریش کے ایک بڑے بت کا نام تھا، قریش کے تین بڑے بت تھے: لات ، منات اور عزی،بلکل جیسے:رب، اللہ اور ملک، ان لوگوں نے بھی تین بتوں کے نام اسی کے مطابق رکھے تھے۔
عبدالعزی نبیﷺ کے چچاؤں میں سے تھا،پیغمبرﷺ کے تین چچا تھے،عباس،عبدالمطلب اور یہی عبدالعزی، یاد رہے کہ : وہ نہ صر ف رسول اللہﷺ کے چچاتھے، بلکہ آپﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کے سسر بھی تھے۔
ابو لہب جو نبی کریمﷺ کے چچا اور آپﷺ کے کنبے میں سے تھا، آپؐ کی دشمنی میں اس نے تمام حدیں پار کرلی تھیں۔
بعض مفسرین ابو لہب کے لقب کے با رے میں لکھتے ہیں: "لہب" یعنی: آگ کا شعلہ، اگرچہ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کہا گیا، لیکن بعض دوسروں نے کہا ہے کہ: چونکہ وہ شخص بہت شعلہ بیان تھا، اور بہت زیادہ شیطانی کرتا تھا، اور بہت زیادہ آگ بھڑکاتا تھا،اس لیے یہ لقب اس کے لیے چنا گیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سُوْرَةُ الْمَسَدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۝۵

سورت کا ترجمہ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۝۱	ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلا ک ہوگئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۝۲	نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۝۳	عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا
وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۝۴	اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۝۵	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"تب" تباہ ہوگیا، کاٹا گیا،نقصان اٹھانے والا ہوگیا، چونکہ یہ بد دعا نفرت کے موقع پر بیان ہوئی ہے، اس لیے مضارع کا معنی ہوگا، جیسے:تباہ ہوجانا، کاٹا جانا، مردہ باد! "وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ"(مؤمن:۳۷) ترجمہ: "فرعون کی تدبیر(اپنی)تباہی کے سوا کچھ نہ تھی، "يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ"ابو لہب کے دونوں ہاتھ، یہاں جزء سے مراد کل ہے، ہاتھ سے مراد اس کی ذات ہے،(رجوع فرمائیں:جزء عم شیخ محمد عبدہ)ابو لہب آپﷺ کے چچا اور آپﷺ کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا، ہمیشہ وہ اور اس کی بیوی ام جمیل اسلام کے مخالف اور مسلمانوں کو اذیت دینے کی تلاش اور جستجو میں تھے۔

"مَآ اَغْنٰى"بے نیاز نہ کیا، فائدہ نہیں پہنچایا،"سَيَصْلٰى"(صلی)بہت جلد آگ میں داخل ہوگا،اور اس میں جلے گا،(سباء۱۰،ابراہیم:۲۹،اسراء:۱۸) "ذَاتَ لَهَبٍ"شعلے والی، بھڑکتی،اور روشن (مرسلات:۳۱) "الْحَطَبِ" ایندھن، "جِيْدِ"گردن،"حَبْلٌ"تار، رسی"مَّسَدٍ"کھجور کی چھال اور پتوں وغیرہ سے بٹی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوئی رسی، یہ آیت حال ہے، اور ایک شخص کی تحقیر و تذلیل ہے، یہ حشر صرف ابو لہب اور ام جمیل کا نہیں، بلکہ جو قرآن کی مخالفت کرتا ہے،اور اس کے احکام کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالتا ہے، جہنم میں ان کا ساتھی ہوگا۔

ملاحظہ:

ابو لہب کا کوئی بیٹا لہب کے نام سے نہیں تھا،لیکن شاید اس کے چہرے کے لال ہونے کی وجہ سے اسے ابو لہب کہا گیا ہو۔

سورت کی تفسیر

تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ‏ ۝١	ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلا ک ہوگئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا

یہاں مراد اس سے اس کا عمل ہے،یعنی:اس کا کیا ہوا کام ہلا ک ہوا،علماء بلاغت کہتے ہیں کہ:"يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ" میں مجاز مرسل کا استعمال ہوا ہے،یعنی: جزء کا اطلاق ہوا ہے اس سے مراد کل ہے، لہذا معنی یہ ہے کہ:ہلاک ہو ابو لہب خود اپنے تمام وجود سمیت، یہ نفرت آمیز جملہ ہے اس کے خلاف۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: "اور ہلاک ہوگیا"یہ جملہ اللہ سبحانہ کی طرف سے خبر ہے ،اس پر لعنت بھیجنے کے بعد، کہا جاتا ہے کہ ابو لہب کی ہلاکت کی تعبیر ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان کی گئی ہے،گویا اس کا نقصان میں واقع ہونا ایسا یقینی ہے جیسے وہ ہوچکی،اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ ابو لہب دنیا اور آخرت میں ہار کر ہلاک ہوگیا۔

ابو لہب کی مہم جوئی، برائیوں اور فتنہ انگزیوں اور رسول اللہﷺ کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے میں اس کے کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سورت اس کے اور اس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کے اس برے عمل کی مذمت ایک مستقل سورت کی شکل میں کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ان کا کردار بد ترین تھا۔

"تبت" یعنی:کٹ جانا چاہیے، "يَدَا" اصل میں "يَدَانِ" تھا، یعنی دونوں ہاتھ، ابو لہب کے دونوں ہاتھ۔

"وتبَّ" اور کاٹا گیا، کٹا ہوا ہو، "يَدْ"سے کیا مراد ہے؟ يَدْ سے مراد صرف یہی انگلیاں ہیں، جبکہ قرآن کریم میں لفظ "ید" کے دوسرے معنی بھی آئے ہیں، مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ: "يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ‌ۚ ۝"(سورہ فتح:۱۰) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمام ہاتھوں کے اوپر ہے" یعنی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہم ہاتھ تو نہیں مان سکتے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے: "بِيَدِكَ الۡخَيۡرُ‌ؕ ۝" (سورہ آل عمران:۲۶) مثال کے طور پر ہم بھی جب کہتے ہیں کہ اے اللہ! نیکی اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، یعنی: تیری قدرت میں ہے، پس یہاں یَدْ سے مراد قدرت ہے، یا :"قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ‌ۚ۝" (آل عمران: ۷۳) فضل خدا کے ہاتھ میں ہے، یا: "مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ " (مؤمنون:۸۸) ہر چیز کی مکمل بادشاہی اس کے ہاتھ میں ہے، یا اس شخص کے لیے جس نے رب کی آیات سے منہ موڑا ہے کہتا ہے: "مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ‌۝" (سورہ کہف:۵۷) جس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، یعنی اس سے پہلے کہ آخرت میں اللہ کے سامنے حاضر ہو، جبکہ ہمارے بہت سارے کام ہماری سوچ اور زبان کے ساتھ ہیں، نہ کہ ہاتھ ساتھ، پس "ید" ان مواقع پر مجاز ہے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے:"بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ‌۝"(سورہ بقرہ:۲۳۷) یعنی جس کے اختیار میں نکاح کا انعقاد ہے، مثال کے طور پر لڑکا اور لڑکی یا تو خود شادی کرتے ہیں یا کسی کے ذریعہ جس کے اختیار میں عقد اور نکاح ہے۔

اس سورت میں ہاتھ سے مراد ابو لہب کا مادی ہاتھ مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں ہاتھ کا استعمال مجاز طریقے سے ہوا ہے، اور یہ طاقت اور قدرت کی علامت ہے، یعنی شرک کی طاقت، مخالفت کی قوت اور دشمنی کی قوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرتی ہے، اور اسلام کو تباہ کرنا چاہتی ہے، وہ منفی قوت جو اسلامی تحریک اور انقلاب کے خلاف صف آراء ہوچکی ہے، یہ طاقت کٹ جائے، نابود ہوجائے، اور یہ دراصل ایک نعرہ ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نعرہ نہیں لگاتا، یہ تو واضح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ ضرور ہوگا، اگر وہ چاہے تو کفار اور اسلام کے دشمنوں کو کاٹ ڈالے، اور خدا کو ان پر لعنت بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم انسان ہی نعرے لگاتے ہیں، اور انسانوں کے نعرے ان کے دل کی خواہشات کا اظہار ہوتی ہیں، فلاں مردہ باد، فلاں زندہ باد، یہ ایک قوم کی خواہشات کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن خدا کو نعرے کی ضرورت نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابولہب کی جان لے لیتا، اس کے ہاتھ کاٹنے اور اس پر لعنت بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، بہرصورت یہ ایک الٰہی پیغام ہے کہ زمانے کے ابولہبوں کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، غداروں کے ہاتھ کاٹے جائیں، جارحوں اور جابروں کی طاقت ختم ہوجائے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، ایک ایسا قانون ہے جو دنیا میں رائج ہے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: ابولہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اذیت پہنچاتا تھا، حج کے موسم میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قافلے کو دعوت دینے جاتے تو

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاتا اور قافلہ والوں کو کہتا کہ اس کی باتیں نہ سنو، یہ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتا ہے، یہ تمہیں تمہارے اصل معبودوں سے دور کرے گا، جو "لات ، منات اور عزی" ہیں۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲	نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)

اس نے کس بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا؟ اس بنا پر کہ وہ ایک امیر شخص تھا، وہ اپنے وقت کے حساب سے کروڑپتی تھا، لیکن اپنی تمام تر دولت اور معاشرتی حیثیت کے ساتھ اور قرآن کے مطابق اپنی تمام کمائ کے ساتھ کہاں گیا اور کیا کیا؟ نہ اس کی جائیداد اور نہ ہی معاشرے میں اس کے عہدے نے اسے فائدہ دیا، اور نہ اس کو عذاب سے بچایا۔

اکثرانسانوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اگر امیر ہیں یا طاقتور ہیں، یا ان کا کوئی اونچا مقام و مرتبہ ہے تو لوگ ان کی حمایت کریں گے، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دولت اور عہدے کی بنیاد پر جو چاہیں کرسکتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہی فرماتا ہے کہ: ان میں سے کوئی بھی چیزتیری محتاجگی کو ختم نہیں کرتی، کوئی چیزتمہارے کسی کام نہیں آئے گی، اس سے تمہارا مسئلہ حل نہیں ہوگا، ابن زید ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں آپ کا دین قبول کرلوں تو مجھے کیا فضیلت ملے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی جو دوسرے مؤمنوں کو حاصل ہوتی ہے، ابولہب نے کہا: گویا کہ دوسروں کے مقابلے میں مجھے کوئی اضافی استحقاق نہیں ملے گا؟ پیغمبر اسلام نے فرمایا: اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو؟ ابولہب غصے میں آگیا اور کہنے لگا: " تبا لهذا الدين تبا ان اكون وهولاء سواء " ہلاکت ہو ایسے دین پر، جو مجھے اور ان لوگوں کو برابر کہتا ہے۔

"وَمَا كَسَبَ" اس کی جائیداد خواہ مال ہو یا اولاد، "وَمَا كَسَبَ " اس سے بعض مفسرین نے آمدنی کا معنی لیا ہے، یعنی: وہ منافع جو وہ اپنی جائیداد سے کماتا ہے، وہ اس کا کسب ہے، دوسرے مفسرین نے اس سے مراد اس کی اولاد لی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم کی اولاد بھی اس کے کسب میں سے ہے، (ابوداؤد، ابن ابی حاتم) یہ دونوں معنی ابولہب کے انجام سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ جب وہ بیمار ہوا تو اس کی جائیداد بھی اس کے کوئی کام نہ آئی، اور اس کی اولاد نے بھی اس کو اپنی حالت پر بے کسی کے عالم میں مرنے کے لیے چھوڑدیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: جب رسول اللہﷺ نے اپنی قوم کو عذاب الہٰی سے ڈرایا،تو ابو لہب نے کہا:میرا یہ بھتیجا جو کچھ بھی کہتا ہے اگر وہ سچ ہے تو میرے پاس بہت سا مال و اولاد ہے ان سب کو دے کر اپنے آپ کو بچا لوں گا، اس کے یہ کہنے پر آیت: "مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ"نازل ہوئی، جب وہ عذاب الہٰی میں گرفتار ہوا تو اس کی اولاد اس کی میت کو احترام کے ساتھ دفن کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئی، تو اس طرح چند سالوں میں جو پیشین گوئی ابو لہب کے بارے میں اس سورت میں ہوئی تھی وہ پوری ہوئی دیکھی۔

مال: ان تمام چیزوں کی خاصیت جو انسان کے لیے پسندیدہ اور محبوب ہیں، یعنی: انسان ان سے فطرتا محبت کرتا ہے، اصل لفظ"مال" میں سے ماخوذ ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے، اور اس میں ایک خاص کشش ہوتی ہے، لہذا مال کی محبت ایک فطری اور طبعی چیز ہے، دین نے ہمیں مال جمع کرنے، مال اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ ہمیں ناجائز ذخیرہ اندوزی اور مال پرستی سے منع کیا ہے، اس طر ح کہ مال ہی انسان کا سب کچھ ہوجائے اور اقدار کے حصول اور سمجھنے کے لیے ہماری تشخیص کا معیار بن جائے، فرمایا: "مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ" "مَا كَسَبَ"، مالہ کے علاوہ ہے، مال وہ چیز ہے جو موجود ہے، اسے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،لیکن "مَا كَسَبَ" وہ جو موجود نہ ہو،اور حاصل کیا جاتا ہو، خدا تعالٰی آنے والے مؤمنوں کے دل کے اطمینان کے لیے آنے والے وقت سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جو کچھ اب موجود ہے، اور کفار کے سرداروں کے پاس ہے، اور جو کچھ مستقبل میں انہیں ملے گا، ان کا کوئی بھی مسئلہ یا مشکلات حل نہیں کرسکے گا، چنانچہ مؤمن انسان اپنے آپ کو بے وقعت،کمتر اور حقیر محسوس نہیں کرتا۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣	عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا

یعنی: ابو لہب کو جلد ہی ایک دہکتی ہوئی آگ میں عذاب دیا جائے گا، جو اس کی کھال کو جلا دیگی، وہ آگ جہنم کی آگ ہے، "ذَاتَ لَهَبٍ"شعلے والی آگ، ایسی آگ جو بھڑکتی اور شعلے والی ہے، درحقیقت وہ ایک قسم کی آگ ہے، اس شخص کا نام ابو لهب ہے تو اس کی تقدیر "ذَاتَ لَهَبٍ" ہے، ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں، ابو لہب بھی دشمنی کی آگ بھڑکا تا تھا، جس

(c) ketabton.com: The Digital Library

نے جو کچھ بویا وہی کاٹے گا جس نے اپنے ظلم و ستم اور بد عنوانی سے لوگوں کے مال و جان اور زندگیوں میں آگ لگا دی، اور ان پر تشدد کیا، لازمی طور پر اس کا حشر بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ	اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے

اور اس کی بیوی بھی اس آگ میں گرے گی، جو لکڑی اٹھانے والی ہے،" حَمَّالَ" وہ جو بوجھ اٹھاتا ہے۔

"حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ"لکڑی اٹھانے والی،چغلی اور شر انگیزی کی طرف اشارہ ہے ، کہ نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکا کر لوگوں کی باہمی محبت و الفت کو آگ لگاتی تھی، اور سب کی دوستی اور رشتہ داری کے روابطہ اور تعلقات کو ختم کردیتی تھی، یہ ایک تمثیلی استعارہ ہے اس شخص کی فتنہ انگیزی پر جو آگ میں لکڑیاں ڈالتا ہے، تاکہ وہ بھڑک اٹھے۔ (اسراء:آیات۴۰تا ۴۸ کی شرح و تفصیل)

کہتے ہیں : "ولم یمش بین الناس بالحطب الرَّطب"(فلاں نے لوگوں کے درمیان چغل خوری اور فتنہ انگیزی نہیں کی) "وَّامۡرَاَتُهٗ"اس کی بیوی،ام جمیل،" حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ"یعنی: کانٹے اور جھاڑیاں،مؤرخین لکھتے ہیں کہ:چونکہ ابو لھب کا گھر آپؐ کی دیوار سے متصل تھا، اس لیے اس کی بیوی کانٹوں کا ڈھیر لے کر آتی ، اور رسول اللهﷺ کو اذیت دینے کے لیے آپﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی، اس لیے اسے لکڑ ہارا کہا گیا۔

سعید بن جبیر کا کہنا ہے کہ جو خود پر گناہ لادتا ہے اس کے بارے میں ایک محاورہ کہا جاتا ہے: "فلان یحطب علی ظهره"(فلاں اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادتا ہے)پس "حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ" کا معنی ہے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والی۔

ابو لہب کی بیوی، ام جمیل حرب کی بیٹی ابو سفیان کی بہن اس کا شمار خواتین شعراء میں ہوتا تھا۔

جیسا کہ ہم نے کہا کانٹے اور گوبر لے کر رات کو رسول اللهﷺ کے راستے میں ڈالتی تھی،یا اس سے مراد یہ ہے کہ ابو لہب کی بیوی بڑے گناہوں کا بوجھ اٹھانے پر نبیﷺ سے دشمنی کے سبب اور اپنے شوہر کو ان کے اذیت پہنچانے پر ترغیب دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے کر جہنم کی ایندھن کو اٹھاتی تھی۔

یا یہ اس کی چغل خوری سے کنایہ ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں دشمنیاں اور جھگڑے بھڑکاتی تھی، ہمارے ہاں ایک مشہور مثال ہے: کچھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

لوگ فتنہ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور کچھ لوگ اس میں لکڑیاں لاکر اس کو ایندھن فراہم کرتے ہیں،ام جمیل بنوامیہ اور بنو ہاشم کے درمیان موجود حسد کی وجہ سے اپنے شوہر کو نبیﷺ سے دشمنی پر اکساتی تھی،تو شوہر آگ جلانے والا ہے، یعنی دشمنی کی آگ اور اس کے شعلے کو بھڑکاتا اور ہوا دیتا ہے، جبکہ اس کی بیوی مجلس و محفل میں آگ پھیلانے والی۔

ملاحظہ:

"وَّامۡرَاَتُهٗ" اس کی بیوی ،انسانی تاریخ میں خواتین کے مثبت یا منفی کردار کی طرف اشارہ کرتا ہے،یعنی:عورتیں اچھی بھی ہوسکتی ہیں اور اس کے برعکس بھی،پوری تاریخ ، یہاں تک کہ زمانہ جاھلیت میں بھی عورتوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے، اب ہم اس کردار کو ایک طرف چھوڑ کر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ عورت معاشرے میں بے کار ہے، وہ بھلائی کی طرف دعوت دے سکتی ہے، وہ خیر کی حامی اور اہل خیر بھی ہوسکتی ہے، یا برائی کی حامی اور اہل شر بھی ہوسکتی ہے، اس کی واضح مثال اس سورت مسد میں ہے۔

فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ۠ ○	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی

مسد: کھجور کی چھال جس سے رسی بنائی جاتی ہے، وہ رسی جس میں لکڑیوں کا گٹھڑا باندباھ کر لایا جاتاہے، وہ کھردرے ریشے سے بنی رسی اس کے گلے کا طوق بن جائےگی، اس کے ذریعے اس پر جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکائے جائیں گے ، اس کا گلا دبا کر اسکو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا ۔

روایت ہے کہ ابو لہب کی بیوی کے پاس زیورات کا ایک شاندار ہار تھا، اس نے کہا: میں لات اور عزی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس ہار کو محمدﷺ کی دشمنی میں استعمال کروں گی، اس لیے قیامت کے دن اس کا ہار آگ کی زنجیر بنے گا، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحان و تعالی آخرت میں اس کی سزا کو اسی شکل اور حالت میں جو اس کی دنیا میں تھی بیان کرتا ہے،کیونکہ آخرت کی سزا مجرم کے فعل کی نوعیت کی ہے،اور اس کے جرم کے مطابق ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:اس سورت کے نزول کے وقت ام جمیل، ابو لہب کی بیوی اپنے ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مسجد الحرام میں حضرت ابوبکر صدیق رض کے پاس گئی، اس وقت ابوبکر صدیق رض رسول اللہﷺ کے ساتھ تھے،تو اس نے ابو بکر صدیق رض سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے دوست نے میرا مذاق اڑایا ہے، اور اب میں اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے ساتھ یہ اور یہ کرنے آئی ہوں،لیکن اللہ نے اس کی آنکھیں رسول اللہﷺ کو دیکھنے سے اندھی کردیں، اور ادھر ادھربہت تلاش کیا، مگر آپﷺ کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی نے اس سے پوچھا کہ:کیا تم میرے ساتھ کسی کو دیکھتی ہو؟ ام جمیل نے کہا: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں تیرے ساتھ تیرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتی، علماء نے کہا کہ یہ سورت ایک واضح معجزہ اور نبی کریمﷺ کی نبوت کی ایک واضح دلیل ہے،کیونکہ اللہ نے "سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ" کے نزول کے ساتھ اعلان فرمایا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ایمان نہیں لائیں گے اور دنیا و آخرت میں ان کا انجام بدبختی کے ساتھ جڑا ہوا ہے ، پس اس خبر کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا، نہ ظاہری، نہ باطنی طور پر، نہ کھلم کھلا، نہ پوشیدہ۔

"جید "گردن، ایک نازک پتلی اور خوبصورت گردن کو کہاجاتاہے، جوعموماً خواتین کی گردن ہوتی ہے، اور خواتین کے سینے کے اوپری حصےکو بھی کہا جاتا ہے، جو ہار پہننے سمیت سنگار کرنے کی جگہ ہے، اور اس جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جہاں عورتیں اپنے زیور سنوارتی ہیں، پس اس سے مراد گردن نہیں ہے،کیونکہ گردن کو "عنق" یا "رقبہ" کہا جاتا ہے،بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں لٹکایا جائے گا، اس عورت کا وجود فطرت نسوانی کے برعکس سخت اور کھردری فطرت ہے، اس کے اندر نرم وملائم جذبات اور احساسات کے بجائے سخت اور مخالفانہ کیفیت پائی جاتی ہے، یعنی بطور مثال"جید" جو اس کے وجود میں زینت و آرائش کا مقام ہونا چاہیے، عورت کی فطرت محبت اور پیار ہے، مگراس کے بجائے اس میں نفرت،کینہ پر تشدد جذبات، اور بری عادات ہیں۔

"حبل" ایک موٹی ڈور، کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی رسی: مسد ہے، موٹی رسی ، جو کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی ہو، جس سے اس کی موٹائی اور کھردرا پن میں اضافہ ہوتا ہے،(یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھڑک اٹھے گی اور اس قید، ذلت اور عذاب کا مزہ چکھائے گی)نیز آیت مبارکہ میں لفظ "مسد" سے مقصود ابو لہب اور اس کی بیوی اور ان لوگوں کی تذلیل کرنا، ان کی بے قدری،تحقیر اور انہیں غصہ دلانا ہے، نبی خاتم کو تکلیف پہنچانے اور کتاب مقدس کے احکام کی نافرمانی اور خدا کے دین کے خالص حدود اور دائرے کی توہین کی وجہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا واقعی ابو لہب کے ہاتھ کاٹے گئے تھے؟

اس سورت کی پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ: "تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ" ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور (ابو لہب) پر موت واقع ہو، آیت مبارکہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا واقعی اس کے ہاتھ کاٹے گئے تھے یا نہیں؟ امام بخاری اور متعدد محدثین ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں:انہوں نے کہا: "لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ:وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"یعنی جب (سورہ شعراء کے آیت:۲۱۴) "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"(اے پیغمبر:اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا)نازل ہوئی، تو رسول اللہﷺ اپنے گھر سے باہر نکل کر صفا پہاڑ پر چڑھ گئے، پھر انہوں نے اونچی آواز میں پکارا : صباحاہ ! "(عرب یہ جملہ اس وقت کہتے تھے جب ان پر کوئی دشمن اچانک حملہ آور ہوتا، تاکہ سب باخبر ہو کر معاملے کے لیے تیار ہوجائیں) جب قریش نے یہ پکار سنی تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس کی پکار ہے؟ جواب دیا گیا کہ محمد ہے، چنانچہ انہوں نے پکار کا جواب دیا اور آپﷺ کے اردگرد جمع ہوگئے ، پھر رسول اللہﷺ نے ان سے خطاب فرمایا: اے بنی فلاں!اے بنی فلاں! اے بنی فلاں!اے بنی عبد مناف!اے نبی عبدالمطلب!(اس طرح قریش کے ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام لے لے کر آپﷺ نے آواز دی)پھر سب لوگ ہمہ گوش ہوکر سننے لگے کہ محمدﷺ اس قدر کونسی اہمیت والی بات کرنے لگے ہیں کہ سب کوبلایا ہے، اس کے بعد :حضورﷺ نے فرمایا:بھلا بتاؤ تو اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ کچھ سوار اس پہاڑ کے دامن سے برآمد ہورہے ہیں جو تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تجربہ میں آپ کی کوئی بات چھوٹی نہیں پائی، فرمایا تو میں عذاب شدید آنے سے پہلے تم کو اس سے ڈرا رہا ہوں کہ عذاب شدید میرے سامنے ہے، ابو لہب بولا تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو اکٹھا کیا تھا تو یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا اس پر اسی دن "تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ" نازل ہوئی۔

کیا ابو لہب جہنمی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کفار اور مشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے، اور یہ قرآن کریم اور رسول اللہﷺ نے ہمیں بعض لوگوں کے جہنم میں ہونے کی اطلاع دی ہے،جن میں سے موسیٰ ؑ کے زمانے کا فرعون بھی ہے۔

رب عظیم سورہ ہود(آیت:۹۸)میں فرماتے ہیں: "يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ

(c) ketabton.com: The Digital Library

النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ" ترجمہ:"وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا(جیسا کہ ان کو گمراہی کی طرف لے جاتا تھا)اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا، اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بہت برا ہے"
اور ان میں سے نوح اور لوط کی بیویاں بھی تھیں: "ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ"(سورۃ التحریم آیت:١٠) ترجمہ: " خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی، تو وہ الله سے(بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے(کہ انہیں دنیوی اور آخرت کی کمر توڑ اور جلانے والے سے عذاب بچائیں)اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہوجاؤ"۔
اہل دوزخ میں سے ایک ابو لہب اور اس کی بیوی بھی ہیں،جیسا کہ اس کی تفصیل (سورہ مسد:٥-١)میں ہے اسی طرح ان افراد میں سے ایک عمرو بن عامر خزاعی ہے، رسول اللهﷺ نے اسے دوزخ میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کی آنتیں نکلی ہوئی تھیں۔
(یہ روایت صحیح ہے،بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیاہے) ان اشخاص میں سے ایک عمار بن یاسر کا قاتل ہے، معجم طبرانی میں عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے سےصحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ:رسول اللهﷺ نے فرمایا: "قاتل عمار وسالبه فى النار"(صحیح الجامع:٤/١١٠ شمارہ:٤١٧)

قیامت اور ان سے سوالات و جوابات کا موضوع

اس بارے میں کہ کیا قیامت کے دن کافروں سے سوال و جواب ہوگا، علماء کے مختلف نظریات ہیں:شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: امام احمدؒ کے پیروکاروں میں سے متا خرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، وہ جو کفار کے محاسبہ پر یقین نہیں رکھتے جیسے:ابوبکر عبدالعزیز، ابو الحسن تیمی،قاضی ابو یعلی وغیرہ، جبکہ دوسرا گروہ جو کافروں کے حساب و کتاب پر یقین رکھتاہے ہے، جیسے: ابو حفص بر مکی، ابو سلیمان دمشقی اور ابوطالب۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام:٣٠٤-٥)
لیکن حق یہ ہے کافروں کا محاسبہ ہوگا، اور ان کے اعمال تو لے جائیں گے، درج ذیل آیات اس دعوے کی سچائی کا ثبوت ہیں:
خدا عزوجل"سورۃ القصص:٦٢ " میں فرماتے ہیں: "وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ○٦٢" ترجمہ: "اس دن (کو یاد کرو) جب خدا انہیں پکارے گا، اور ان سے کہے گا: وہ شریک کہاں ہے جو تم نے میرے لیے سوچے تھے؟" اے مشرکو! اب جب کہ حجاب اور پردے ہٹ چکے ہیں، حساب و کتاب اور بے بسی کا وقت ہے تو بتاؤ ان بتوں، انسانوں اور جن کو تم معبود سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے کہ آکر تمہیں عقاب اور خالق کی سزا سے بچائیں۔

"وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ○٦٥"(سورة القصص:٦٥) ترجمہ: "اس دن کو یاد کرو جب خدا تعالٰی مشرکوں سے کہے گا! کہ تم نے انبیاء کو جواب دیا؟"۔

" فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ○٦ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ○٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ○٨ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ○٩ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ○١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ○١١"(سوره القارعۃ:١١-٧) ترجمہ: " تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ھوگئے، تو وہ خوشی کی زندگی میں ھوگا، اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ھلکے ھوگئے ، اس کی جائے قرار گھری ھاویہ ھوگی، اور تمھیں کیا خبر که وہ کیا چیزھے ؟، ایک بھڑکتی ھوئی آگ "۔

"وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ○١٠٣ * تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ○١٠٤ * اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ○١٠٥ "(سورة المؤمنون:١٠٥-١٠٣)

ترجمہ: "اور وہ شخص جس کے(دنیوی اعمال و اقوال) پلڑے ہلکے ہوگئے، یہی لوگ ہیں (جنہوں نے(اپنی عمر ضائع کی) اپنی جانوں کا نقصان کیا،جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے(اللہ ان سے فرمائے گا)کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟۔

سوال یہ ہے کہ کفار کا کیوں حساب و کتاب ہوگا، جبکہ ان کے اعمال تو ضائع ہوچکے ہیں اور باطل ہیں؟ اس سوال کے مندرجہ ذیل متعدد جوابات دیے گئے ہیں۔

1 - ان کے خلاف ثبوت پیش کرنا اور ان کے بارے میں عدل الٰہی کا اعلان کرنا، خدا تعالٰی دوسروں سے زیادہ عذر قبول کرتا ہے، اور عادل مطلق ہے، اس بنا پر وہ کفار سے سوال کرے گا اور ان سے حساب لے گا، اور ان کو ان صحائف اور دستاویزات جن میں ان کے اعمال محفوظ ہیں کے بارے میں بتائے گا، اور ترازو کو ان کے گناہوں کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کثرت اور برے اعمال کے مطابق ظاہر فرمائے گا۔
"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا۰ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا۰ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۴۷" ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف کے ہوں گے،پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں"۔
"وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا۰ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا۰ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۴۹" ترجمہ:"اور کتاب(ہر کسی کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں)رکھی جائے گی،(اور مؤمن جو کچھ اس میں ہے خوش ہوں گے)پس تو مجرموں کو (کفر اختیار کرنے والے)دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے، جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی!اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی ،مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انہوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے،اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا"۔
امام قرطبی فرماتے ہیں: کہ خدا دنیا اور آخرت میں مخلوق کا حساب و کتاب کرے گا تاکہ حجت کی تکمیل اور حکمت کا اظہار ہو(تذکرہ:۲۴۵)۔

2 - خدا جل جلالہ ان کو سرزش کرنے اور سزا دینے کے لیے ان کا حساب کرے گا،حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:محاسبہ کا مقصد کفار کے اعمال کو ظاہر کرنا اور ان اعمال کی بنا پر ان کی سرزش کرنا ہے، اور دوسرا مقصد برائی کے مقابلے میں اچھائی کا توازن رکھنا ہے، اگر خدا تعالٰی کا مقصد پہلا معنی ہے تو یقینا وہ لوگ ان اعمال کی وجہ سےقابل محاسبہ ہوں گے، اور اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے، اور حساب کا مقصد یہ ہو کہ کیا کفار کے پاس کوئی نیک اعمال ہیں جس کی بنا پر وہ جنت کے مستحق بنیں تو یہ صریح گمراہی ہے(مجموعہ فتادی:۳/۳۵)

اس تنبیہ اور سرزنش کا تذکرہ بہت سی نصوص میں کیا گیا ہے:
"وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُواْ عَلَىٰ رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِٱلْحَقِّ قَالُواْ بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُواْ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ"(سورۃ الانعام:۳۰) ترجمہ: "اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائینگے اور وہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرمائے گا کیا یہ(دوبارہ زندہ ہونا)برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں پروردگار کی قسم!(بلکل برحق ہے)خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب کے مزے چکھو".

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُواْ شَهِدْنَا عَلَى أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُواْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُواْ كَافِرِينَ"(سوره الانعام:۱۳۰) ترجمہ: "(اس دن خدا ان سے کہے گا) اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ وہ کہیں گے ہم خود پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور وہ خود پر گواہی دیں گے کہ یقینا وہ کافر تھے".

"وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ"(سورة الشعراء: ۹۲-۹۱) ترجمہ: "اور دوزخ بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی، اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب کہاں ہیں وہ جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے".

" وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ"(سورة القصص:۷۴) ترجمہ: "پھر ان سے کہا جائے گا کہ پکارو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو، یہ انہیں پکاریں گے مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے، اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے، کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے"(کہ آج ایسے عذاب میں گرفتار نہ ہوتے).

ابن کثیر کہتے ہیں کہ:اگر چہ کفار کے نیک اعمال کی ان کے کفر کی وجہ سے کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں ان کی رسوائی اور بد بختی ظاہر کرنے کے لیے ان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا،(النهاية، ابن كثير:۲/۳۰)

3 - کافر شریعت کے فروعات کے پابند ہیں،جیسا کہ وہ شریعت کے اصولوں کے بھی پابند ہیں، اس لیے ان سے ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا.

قرطبی کہتے ہیں کہ: کفار شریعت کے فروعات کے مکلف ہیں، اور شریعت کے فروعات کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی، فروعات میں کوتاہی کی صورت میں ان کو سزا دی جائے گی.

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا تعالٰی فرماتا ہے: "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ"(سورہ فصلت آیت ۶-۷) ترجمہ: " تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے،جو زکوۃ نہیں دیتے".
اور خدا تعالٰی مجرموں کے بارے میں فرماتے ہیں: "مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ * وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ"(سورۃ المدثر:۴۶-۴۲)

ترجمہ: " تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کردیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے، اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے، بلکہ ہم بے مقصد بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر صرف باتیں کیا کرتے تھے، اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے".

4 - کافر اپنے کفر اور گناہوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی حد کے مطابق جہنم میں جائے گا اور جہنم کی آگ کے بھی مختلف درجے ہیں،جس طرح جنت کے مختلف درجات ہیں،اگر کسی کے کفر اور گمراہی کی شدت زیادہ ہو، اس کا عذاب بھی اسی مقدار کے مطابق زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ بعض کافر بھی جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، اور منافقین بھی اسی گروہ میں سے ہیں: "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"(سورہ النساء:۱۴۵) ترجمہ: " بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے".

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: کم برائیوں والوں کے عذاب سے زیادہ برائیوں والوں کا عذاب زیادہ ہوگا، کفار میں سے جس کی بھی نیکیاں اور حسنات ہوں گی عذاب کی شدت سے کم کی جائے گی، جیسا کہ ابوطالب کا عذاب ابو لہب کے عذاب سے کم اور ہلکا ہے، اس لیے کافروں کا حساب ان کے عذاب کے درجات کے اظہار کے لیے ہے، نہ کہ جنت میں جانے کے لیے،(شیخ الاسلام:۴/۳۵).

امام قرطبی کفار کے اعمال کے بارے میں دو باتیں کہتے ہیں: پہلے تو کفر اور ان کے گناہوں کو ترازو کے ایک پلڑے رکھا جائے گا، کفار کے پاس نیکیاں نہیں ہوتیں کہ دوسرے پلڑے میں تولی جائیں، اسی لیے نیکیوں کا پیمانہ خالی ہونے کی وجہ سے برائیوں کا پیمانہ بھاری پڑجائے گا.

پھرنیک اعمال مثلا:صلہ رحمی،صدقہ، دوسرے کا غم رکھنے والا، ہمدردی لوگوں کے ساتھ جو اچھا سلوک کرتے ہیں، اچھائیوں اور نیکیوں کے پلڑے

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں رکھا جائے گا، لیکن برائیوں کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے جھک جائے گا۔(تذکرہ:۳۱۴)
پہلا نکتہ صحیح ہے،کیونکہ کافر کے اچھے اور معروف اعمال شرک اور کفر کی وجہ سے ضائع ہوچکے ہوتے ہیں، چنانچہ ان کی کوئی قدر نہیں کی جائے گی،اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ"(سورہ الزمر:۶۰)
ترجمہ: "اگر تو نے شرک کیا تو یقینا تیرا عمل ضائع ہوجائے گا"۔
"وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"(سورہ البقرہ ۲۱۷) ترجمہ: "اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے ، پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ ہیں آگ والے ، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔
حدیث میں آیا ہے کہ: "إن الله لا يقبل من العمل إلا ما كان خالصاً وابتغى به وجهه" ترجمہ: "بیشک اللہ تعالٰی کوئی عمل نہیں قبول کرتا جب تک کہ وہ خالصًا اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو" شرک اور ریا سے پاک ہو،(نسائی باب چہارم، از ابی امامہ...)
صحیح روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: کافر دنیا میں اپنے نیک عمل سے فائدہ اٹھائے گا، اور قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کا کوئی نیک عمل نہیں بچا ہوگا"۔
صحیح مسلم اور مسند احمد میں آیا ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله لا يظلم مؤمناً حسنته، يعطى بها فى الدنيا (وفى رواية يثاب عليها الرزق فى الدنيا) ويجزى بها فى الآخرة، وأما الكافر فيطعم بها بحسنات ما عمل بها لله فى الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزى بها"(سلسلة الصحيحة:۸۶-۱ نمبر ۵۳) ترجمہ: "اللہ تعالٰی کسی مؤمن پر اسکی نیکیوں کے بارے میں ظلم نہیں کرتا، مؤمن اپنے اعمال کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیکھے گا، لیکن کافر کو اس کے تمام اعمال کا اجر اس دنیا میں ملے گا، اور جب وہ دوسرے جہاں میں جائے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی"۔

ان آیات اور احادیث کی توجیہ جو کفار سے سوال و جواب نہ کرنے کی بارے میں ہیں

اگر کہا جائے کہ:گذشتہ بحثوں کے مطابق یہ ثابت ہوچکا ہے کہ کفار سے سوال و جواب کیا جائے گا، اور اگر ایسا ہے تو اس کے مخالف جو نصوص

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہیں ان کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟ ان میں سے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ"(سورہ قصص:۷۸) ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا".
"فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ"(سورہ الرحمٰن:۳۹) ترجمہ: "پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے"(کیونکہ وہ وقت دنیا کو فنا کرنے کا وقت ہوگا نہ کہ پوچھ گچھ کا) ".
"هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ * وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ"(المرسلات:۳۶-۳۵) ترجمہ: "آج کا دن ،ایسا دن ہے (خدا کی آیات کو جھٹلانے والے بات نہیں کریں گے)کہ وہ نہیں بولیں گے،(کیونکہ اللہ نے ان کے منہ پر مہر سکوت لگایا ہوا ہے) اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں".
اس طرح کے بہت سارے نصوص :یہ بات قابل ذکر ہے کہ پچھلے نصوص اور ان نصوص میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے، علماء نے ان دو طرح کے نصوص میں تطبیق و توفیق کے مختلف طریقے بتائے ہیں: اول: کافروں سے شفاء سکون اور راحت کے لیے پوچھ گچھ نہیں ہوگی، بلکہ ان کی سرزش اور سزا کے لیے پوچھ گچھ ہوگی، مثلا سوال جیسے :تم نے ایسا ویسا کیوں کیا؟ بات کرنے اور معافی مانگنے کے بارے میں بھی نہیں ہے یعنی خدا تعالیٰ ان سے حسن سلوک نہیں کرے گا، بلکہ ان سخت الفاظ میں غصے میں ان سے پوچھے گا(تذکرہ:۲۸۶)
دوئم:یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے استفہامی انداز میں سوال نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر اور جاننے والا ہے، استفہام کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ کفار سے سوال تصدیقی اور تقریری ہوگا، مثلا :ان سے پوچھا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ (تذکر:۲۷۸).
حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں:کفار سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو جانتا ہے، اور فرشتوں نے انہیں لکھا ہے،(لوامع الانوار البهية:(۱۷۴/۲).
سوم:یہ کہ کفار سے قیامت کے بعض مواقع پرپوچھ گچھ ہوگی، قرطبی کہتے ہیں کہ: قیامت کے کئ مراحل اور صورتیں ہیں بعض مراحل میں کافروں سے حساب لیا جائے گا ، اور بعض مراحل میں نہیں.
سفارینی : عکرمہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کو بہت سے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی بنا پر امام احمدؒ قرآن کے نصوص کے جوابات کے سلسلے میں کہتے ہیں: سب سے پہلے جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو وہ ساٹھ(۶۰)سال تک نہ بولیں گے اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

معذرت کرنے کی اجازت ہوگی تا کہ وہ معافی مانگ سکیں:"رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ"(سورہ السجدہ:۱۲) ترجمہ: "اے ہمارے رب! (ہم نے دیکھ لیا،(جس چیز سے ہم نے خود کو اندھا کرلیا تھا)، اور ہم نے سن لیا(جس سے ہم نے خود کو بہرا بنا لیا تھا اب ہمیں پچھتاوا ہے)، پس ہمیں واپس بھیج (دنیا میں) کہ ہم نیک عمل کریں (اور کامیابی کے ساتھ تیرے کے سامنے پیش ہوں) بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں (قیامت اور تیرے پیغمبروں کے کہنے پر)".

اور جب انہیں بولنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کشمکش میں پڑیں گے،"ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ"(سورہ الزمر:۳۱) ترجمہ:پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے" اور الله تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور ہر کسی کا حق اس کے ہتھیلی میں رکھے گا، یعنی: جب نا انصافی اور ظلم کا حساب لگے گا اور پیش کریں گے تو وہ لڑیں گے اور جھگڑیں گے: پھر ان سے کہا جائے گا: "قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ"(سورہ ق:۲۸) ترجمہ: "الله تعالٰی فرمائے گا: میرے پاس جھگڑ ا مت کرو ، حالانکہ میں نے تو تمہار ی طرف ڈرانے والا پیغام پہلے بھیج دیا تھا".

چہارم:قرطبی اس آیت سے متعلق کہتے ہیں: " وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ"(سورۃ القصص:۷۸)

ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں (تحقیق و ترحیم) کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا"(بلکہ ان سے تذلیل اور تحقیر کا سوال ہوگا) بیان کرتا ہے کہ:یہ سوال مؤمنوں کو کافروں سے الگ کرنے کے لیے کیا جائے گا، یعنی قیامت کے دن فرشتوں کو کافروں سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ:تمہارا دین کیا ہے؟ اور تم نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ کیونکہ مؤمنوں کے چہرے تازہ اور سینے کھلے ہوئے ہوں گے، اور کافروں کے چہرے اداس اور سیاہ ہوں گے، اور فرشتے ان کے چہروں کے خدوخال سے پہچان لیں گے، اس لیے جب فرشتوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی کہ کافروں کو جہنم کی طرف لے جائیں،تو ان کے ظاہری علامتیں اور آثار ان کے پہچاننے کے لیے کافی ہوں گی، مزید تعارف کی ضرورت نہیں ہوگی،(تذکرہ:۲۸۷).

پیغمبر اسلام کی بیٹیوں کا ابو لہب کے بیٹوں سے نکاح

سوال یہ ہے کہ رسول اللہﷺ نے اپنے دو بیٹیوں کا نکاح ابو لہب کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بیٹوں سے کیوں کروایا، جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے، سب سے پہلے تو یہ جاننا کہ: نبیﷺ کی بیٹیاں یہ ہیں: "زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ"،"زینب" کا نکاح رسول اللهﷺ نے "ابی عاص" سے کرادیا تھا، جب مشرکین سے شادی کرنا منع قرار پایا، تو رسول اللهﷺ نے اسے اپنے مشرک شوہر سے الگ کردیا، جب بعدمیں ابی عاص مسلمان ہوگیا تو نبیﷺ نے زینب کو واپس کردیا "رقیہ" کو پیغمبرﷺ نے"عتبہ بن ابی لہب" کے نکاح میں دے دیا، "ام کلثوم جو رقیہ کی چھوٹی بہن ہے،پیغمبرﷺ نے اسے عقیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں دے دیا، فاطمہ زہراء"نبی کریمﷺ نے "علی ابن ابی طالب" کے نکاح میں دی ، جو نبی کریمﷺ کی وفات کے چھ(۶) ماہ بعد وفات پاگئیں۔

لیکن جب الله تعالٰی نے سوره"المسد" یعنی: "تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ" نازل فرمائی تو ابو لہب اور اس کی بیوی "ام جمیل" جنہیں الله تعالٰی نے قرآن مجید میں "حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ" کہا ہے،یعنی: ایندھن اکھٹے کرنے والی کا لقب دیا تو غصے میں آگئی اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ نبی کریمﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیں، اور ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرا سر تم دونوں کے سروں پر حرام ہو اگر تم دونوں محمدﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دوگے، تو اس کے بیٹوں نے نبی کریمﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیدی، اور یہ طلاق نکاح کےتھوڑے عرصے بعد ہوئی تھی، اور ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی صرف نکاح ہواتھا،(کتاب:الا ستعیاب فی معرفتہ الاصحاب صفحہ:۵۹۳)۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ میں رقیہ سے شادی کرکے حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے، اور حبشہ میں ان کا بیٹا ہوا جس کا نام : "عبدالله" رکھا اس تاریخ کے بعد حضرت عثمان کی کنیت: ابو عبدالله ہوئی۔

اور غزوه بدر میں چونکہ رقیہ کو "حصبة" خسره کی بیماری لگ گئی تھی(جو آلوده پھل،سبزی اور پانی کھانے پینے سے لگتی ہے) اور حضرت عثمان کی جہاد میں شرکت کرنے کی نیت تھی آپﷺ نے حکم دیا اپنے بیوی"رقیہ" کے پاس رہے لیکن بالآخر اس بیماری کی وجہ سے رقیہ وفات پاگئیں۔

پھر نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی "ام کلثوم" کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا، یہ نکاح ہجری کے تیسرے سال ماه ربیع الاول میں ہوا تھا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ نو(۹) ہجری کو وفات پاگئیں، چونکہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت عثمانؓ نے نبی کریمﷺ کے دو بیٹیوں سے نکاح کیا تھا اس لیے ان کو "ذوالنورین" یعنی "دو نور والے" کا لقب ملا۔
لیکن اس مسئلے کے بارے میں کہ ابو لہب کے بیٹوں نے جو الله کا دشمن تھا پیغمبر کے بیٹیوں سے جو کہ الله کا رسول تھا شادی کیوں کی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء اسلام میں ایک مسلمان کی شادی کافر سے جائز تھی ابھی منع نہیں ہوئی تھی، اس کی نہی بعد میں نازل ہوئی تھی کہ خدا تعالٰی نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ "(سوره المتحنتہ:١٠)

ترجمہ:

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اپنے کافر بیویوں کو طلاق دی اور
کافر عورتوں سے نکاح کرنا بھی منع قرار پایا، کہ خدا تعالٰی نے فرمایا:
"وَلاَ تَنكِحُواْ الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ"(سورة البقره:٢٢١)

ترجمہ:

سوائے یہودی اور عیسائی عورتوں کے،جنہیں اس آیت کے نزول کے بعد نکاح کی اجازت دی گئی: "الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"(سورة المائده:٥)

ترجمہ:

اس لیے مختصرًا کہا جاسکتا ہے کہ

1 - اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان کا کافر سے نکاح جائز تھا۔
2 - پیغمبرﷺ کی بیٹیوں کا نکاح الله کے دشمن ابو لہب کے بیٹوں سے اسلام کے ابتدائی ایام میں ہوا تھا کہ اس وقت تک جائز تھا۔
3 - جب نبی کریمﷺ نے اپنی دعوت کا علی اعلان اظہار فرمایا تو ابو لہب غصے میں آگیا اس نے اور اس کی بیوی نے اپنے بیٹوں کو حکم

(c) ketabton.com: The Digital Library

دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دیں۔

4 - طلاق ہمبستری سے پہلے تھی، اور یہ خدا کی طرف سے اپنے نبی کو دیا گیا ا یک اور اعزاز تھا کہ ان کی بیٹیوں کو کنواری حالت میں ابو لہب کے بیٹوں کے نکاح سے خارج کردیا۔

5 - صدر اسلام میں مسلمان کا کافر سے نکاح ایک عام مسئلہ تھا،لیکن بعد میں سوائے اہل کتاب کی عورتوں کے ممنوع قرار دیا گیا۔

ابو لہب کون ہے؟

ابو لہب کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ:ابو لہب کا تعلق بعثت سے پہلے تک نبی کریمﷺ سے معمول کے مطابق اور اچھا تھا،لیکن آپﷺ کی بعثت کے بعد اور اسلام کے آغاز میں وہ اس دشمنی سے مشہور ہوگیا،کیونکہ ایک طرف تو بنی ہاشم پر ان کے بھائی کی قیادت عبدالمطلب کے بعد جس نے سنجیدگی سے پیغمبر کی حمایت بھی کی تھی، اسے مہنگی پڑی، دوسری طرف آباء و اجداد کے دین میں تعصب پیغمبر ﷺ کا سخت ترین دشمنوں میں سے بننے کا سبب بنا۔

جب پیغمبر ﷺ نے خدا کے حکم سے اپنے رشتہ داروں میں دعوت کا آغاز کیا، تب سے ابو لہب نے اپنی دشمنی کی بنیاد رکھ لی اور نبی کریمﷺ کا مذاق اڑانا شروع کیا، اور کہا کہ اپنے آباء واجداد کے دین کی حفاظت کے لیے مجھےمحمد ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ:ایک دن ذوالعجاز کے بازار میں(مکہ کے بازاروں میں سے ہے)ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہہ رہا تھا : "ایھا الناس! قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" اور ایک آدمی نے اس کے پیچھے اس کے ٹانگ پر پتھر مار کر زخمی کردیا تھا،اور کہتا تھا: "ایھا الناس!إنّه کذّاب" اے لوگو!یہ جھوٹا ہے، اس کی بات پر یقین نہ کرو، میں نےپوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا:محمد(ﷺ) جو خود کو نبی کہتاہے، اور یہ اس کا چچا ابو لہب ہے جو اسے جھٹلاتا ہے۔

سخت ہلاکت

سیرت نگار لکھتے ہیں:کہ رسول اللہﷺ کی ہجرت کے بعد ابو لہب (عدبہ)بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکا،لیکن اپنی جگہ رسول خدا کے ایک اور دشمن "عاص بن ہشام بن مغیرہ کو" بھیجا، چونکہ اس کی بیماری متعدی تھی، لوگ اسے طاعون کی طرح سمجھتے تھے، اس لیے جب وہ بیمار ہوا تو اس کی عبادت میں جانے کی جرات نہیں کرتے تھے کہ کہیں یہ بیماری ان کو نہ لگ جائے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مؤرخین لکھتے ہیں کہ:اس بیماری کے پھلنے کے خوف کی وجہ سے اس کے اپنے گھر والوں نے اسے بیماری اور موت سے نمٹنے کے لیے تنہا چھوڑدیا، ابو لہب کی موت کے بعد اس کی لاش تین رات تک گھر میں پڑی رہی، اس کے بیٹے بھی اس کی لاش کے قریب جانے سے ڈرتے تھے، اس کے جسم کی بدبو اور تعفن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جارہی تھی اور علاقے کی ہوا میں مل رہی تھی، آخر قریش کا ایک شخص ابو لہب کے بیٹوں کے پاس آیا اور ان سے کہا:تمہیں شرم نہیں آتی، کیوں اپنے باپ کی لاش نہیں اٹھاتے؟ اس کی بدبو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔
انہوں نے کہا:ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے:اس نے کہا میں تمہاری مدد کرونگا۔
ایک روایت کے مطابق اس کے بچوں نے چند حبشیوں کو کچھ رقم دی اور ابولہب کی لاش کو گھسیٹ کر اس کے گھر کے باہر لے گئے، اور اس کے جسم پر دور سے پانی چھڑکا اس کے جسم کو ہاتھ لگائے بغیر لکڑی کے ایک تختے پر رکھا اور مکہ کے دور دراز علاقے میں لے گئے اور ایک کھائی میں اس کی لاش پھینک دی، اور اس کے جسم پر اتنی مٹی ، اورپتھر ڈال دیے، کہ لاش ان پتھروں اور مٹی کے نیچے چھپ گئی۔
سبحان اللہ! خدا کے غضب کے مقابلے میں نہ دولت کام آئے گی اور نہ سرکاری عہدے، واضح رہے کہ ابولہب کی دنیاوی اشرافیت آخرت کی رسوائی پر ختم ہوئی۔
قابل غور بات یہ ہےکہ:ابو لہب کو جہاں ناکامی ہوئی اس کے علاوہ اس کے بچوں نے وہی دین قبول کیا جس کی مخالفت میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کردی تھی، پہلے مرحلے میں اس کی بیٹی دُرَّہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور مسلمان ہوگئیں، پھر فتح مکہ کے (آٹھویں ہجری) دوران اس کے دو بیٹے عتبہ و معتب نامی عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور بیعت کی۔

سورہ مسد سے حاصل شدہ عبرتیں اور اسباق

1 - اس سورت میں اللہ تعالٰی نے اپنا فیصلہ سنایا ہے جو کہ ابو لہب کی ہلاکت کے منہ میں جانے اور اس کے مکر اور چالوں کا جو حال ہوا جو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف استعمال کرتا تھا۔
2 - جو بندہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے ،نزول عذاب کے وقت اس کا مال و اولاد اور مقام و عہدہ اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتا،اگر وہ غضب الہٰی کے راستے پر چلتا ہو، اور اللہ کی خوشی اور رضا کا سبب بننے والے کام چھور دے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - شرک اور کفر کی موجودگی میں رشتہ داری کا کوئی فائدہ نہیں،جیسا کہ ابو لہب آپﷺ کا چچا تھا،لیکن اس کا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

4 - یہ سورت اس بات کا ثبوت ہے کہ مؤمنوں کو ستانا حرام ہے۔

5 - اس سورت میں رب کی حیران کن نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ سورت اللہ تعالٰی نے اس وقت نازل فرمائی جب ابو لہب اور اس کی بیوی زندہ تھی، ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے، اور انہیں اس سخت اور درد ناک عذاب سے آگاہ کیا جو ان کا منتظر تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے، پس وہی ہوا جس کی اللہ تعالٰی نے اطلاع دی تھی،کیونکہ صرف وہی عالم ہے جو علم غیب کو جانتا ہے۔

یاد رہے کہ ابو لہب اور اس کی بیوی مر چکے ہیں، اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوچکی ہیں،لیکن ان آیات کو اسی طرح پڑھا جائیگا تاکہ ابو لہب کی طرح کے لوگوں اور اس کے پیروکاروں کے لیے عبرت کا باعث بنے اور اللہ تعالٰی کا قہر و غضب ان پر بڑھتا جائے ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library